www.rahimia.org

بانی : حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری
قُدِّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ السَّعِید مسند نشین رابع خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِ اعلیٰ : حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

مئی 2025ء / ذوقعدہ ۱۴۴۶ھ

جلد نمبر 17، شمارہ نمبر 5 قیمت : 30 روپے • سالانہ ممبرشپ : 350 روپے

مجلس ادارت

سرپرست : ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر : مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر : محمد عباس شاد

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا
شاہ عبدالقادر
رائے پوری قدس سرہ
مسند نشینِ ثانی
خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

’’(دین کی دعوت و) تبلیغ کا اگر (فوری) اثر (ظاہر) نہ ہو تو (اس پر) بددل نہ ہونا چاہیے اور سمجھنا چاہیے (اور جائزہ لینا چاہیے) کہ (کوئی) کمی میرے (طریقۂ دعوت کے) اندر ہے۔ اور حقیقتاً یہ کمی ایسی ہے جو پورے طور (یعنی مثالی سطح) پر تو پوری (طرح دور) نہیں ہوا کرتی۔ (دعوت و) تبلیغ کے لیے جماعت (اجتماعی نظم) میں (کچھ) اصول قائم ہوئے ہیں اور وہ بہت ہی مناسب ہیں۔ دراصل (شعور و اخلاص کے ساتھ) تبلیغ کرنے جانا اپنی (فکری و عملی) تربیت کرنا ہے۔ اگر باقاعدہ (اس سوچ کے ساتھ) یہ کام کیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ (اس پر اپنا) فضل فرمائے اور مبلغ (داعی) اپنی تربیت کرتا ہوا اپنی (زندگی کی) گاڑی (درست سمت میں) چلا لے۔ اس میں (محض) دوسروں (کی اصلاح) پر نظر نہ رکھی جائے، بلکہ (حقیقی طور پر) اپنی اصلاح (و تربیت) مدِنظر ہو‘‘۔

(۲۷/ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ/ 22/نومبر 1946ء، بروز: جمعہ، مقام: نظام الدین، دہلی)
(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص:225، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

ترتیبِ مضامین

- امامِ انسانیت حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یعقوبؑ کی وصیت
- والدین کا اولاد کے لیے بہترین تحفہ
- حضرت عثمان بن طلحہ بن ابوطلحہ قریشی عبدری الحجبی رضی اللہ عنہ
- حقائق سے عاری نعروں اور بے عمل جذباتی بیانیوں کی سیاست
- احادیثِ نبویہؐ کی روشنی میں ’’عقل‘‘ سے متعلق مقامات
- عثمان غازی کے جانشین اور ان کے کارہائے نمایاں
- محصولات کی جنگ
- سٹاک مارکیٹوں کا حشر نشر
- غلبۂ دین کے لیے سیاسی طاقت کی اہمیت
- خلافتِ باطنہ میں تین اُصولوں پر جماعت کی تیاری
- ملکی زندگی میں خلافتِ باطنہ کی ہیئت اور سیاسی طاقت کا اظہار
- شریعت، طریقت، سیاست اور ملکی زندگی کے اُصول پر جدوجہد کی اہمیت
- حضرت مولانا عبدالواحد سندھیؒ
- ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کی سرگرمیاں
- دینی مسائل

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ لاہور

رحیمیہ ہاؤس، 33/A، کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

www.rahimia.org

درسِ قرآن

تفسیر: شیخ التفسیر مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

امامِ انسانیت حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یعقوبؑ کی وصیت

گزشتہ آیات (2-البقرہ:130-131) میں ملّتِ ابراھیمیہ حنیفیہ سے روگردانی کے حماقت پر مبنی بُرے نتائج سے آگاہ کیا گیا تھا۔ اور یہ واضح کیا گیا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں کل انسانیت کی رہنمائی کے لیے منتخب کرلیا تھا اور انھوں نے ''أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ'' کہہ کر اسے قبول کرلیا تھا۔ اس طرح ملّتِ ابراھیمیہ حنیفیہ کسی خاص نسلی گروہ اور فرقے میں بند نہیں ہے۔ اللہ کا حکم کسی قوم کے کسی فرد کے ذریعے سے بھی نازل ہو تو اُسے ہر حال میں تسلیم کیا جائے گا۔

اب ان آیات (2-البقرہ:132-133) میں واضح کیا جا رہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد؛ حضرات اسماعیل و اسحاق علیہما السلام کو اسی دینِ حنیفی کی وصیت کی تھی اور اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنی موت کے وقت اپنی اولاد کو اپنے ان تینوں بزرگوں کی اتباع کرنے کا حکم دیا تھا اور ایک اللہ وحدہٗ لاشریک کے پیغامِ الٰہی کو قبول کر کے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا تھا۔

وَ وَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَ يَعْقُوْبُ (اور یہی وصیت کر گیا ابراہیم اپنے بیٹوں کو اور یعقوب بھی): یہودیوں اور نصاریٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس دینِ حنیفی کی تشریح کرتے ہوئے ملّتِ طبیعیّین اور ملّتِ نَجّامِین کے زیرِ اثر ایسا ملغوبہ تیار کیا تھا، جس سے انھوں نے یہودیت اور عیسائیت کے فرقوں کی صورت میں پیش کیا تھا اور اللہ وحدہٗ لاشریک کے احکامات پسِ پشت ڈال کر نہ صرف باہمی تفرقے میں مبتلا ہوئے اور ایک دوسرے کی نفی کی، بلکہ آج دینِ اسلام کی مخالفت بھی کر رہے ہیں اور حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہما السلام کی طرف غلط باتیں منسوب کر رہے ہیں۔

ملّتِ ابراھیمیہ حنیفیہ کی صحیح بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام کو جو وصیت کی تھی اور جو حضرت یعقوبؑ نے یہودہ سمیت اپنے بارہ بیٹوں کو وصیت کی تھی، وہ دو اُمور پر مشتمل تھی:

1۔ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ (کہ اے بیٹو! بے شک اللہ نے چن کر دیا ہے تم کو دین): تمام جہانوں کے ربّ تبارک وتعالیٰ نے تمھارے لیے جو دین منتخب کیا ہے، وہ عالم گیر ہے۔ کل انسانیت کے فائدے کا ہے۔ ربّ العالمین کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام جہان میں بسنے والی انسانیت کا ربّ ہے، نہ کہ کسی ایک قوم کو چھوڑ کر صرف کسی دوسری قوم کا ربّ ہے۔ چناں چہ یہ بات غلط ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں آنے والے نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کو اس لیے چھوڑ دیا جائے کہ وہ حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہما السلام کی نسل اور قوم میں سے نہیں ہے، اللہ کے دین کا دنیا میں نزول کسی بھی فرد کے ذریعے سے ہو جائے، اُسے قبول کیا جائے۔ اس لیے کہ ان دونوں حضراتؑ نے اپنی اولاد کو یہی وصیت کی تھی کہ وہ دینِ اسلام کو قبول کریں۔

2۔ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (سو تم ہرگز نہ مرنا، مگر مسلمان): اسی طرح انھوں نے یہ وصیت بھی کی تھی کہ اسی عالم گیر دینِ حنیفی پر اسلام کی حالت میں تمھاری موت آنی چاہیے۔ اس دینِ حنیفی کی قبولیت عارضی اور وقتی نہیں، بلکہ مرتے دم تک اس دینِ اسلام کی تعلیمات پر قائم رہنا تمھارے لیے لازمی اور ضروری ہے۔

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ (کیا تم موجود تھے جس وقت قریب آئی یعقوب کے موت؟): یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی خودساختہ تشریحات اور تحریفات کو ''یہودیت'' اور ''نصرانیت'' کے عنوان سے متعارف کروایا تھا۔ ان میں سے ہر ایک حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت سے متعلق خودساختہ تصورات رکھتے تھے۔ اپنی ان تحریفات پر مبنی گروہیت ہی کو وہ دین سمجھتے تھے اور باقی کو گمراہ سمجھتے تھے۔ خاص طور پر اپنی تحریفات کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہوئے دینِ اسلام کا انکار کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ کیا تم حضرت یعقوب علیہ السلام کی موت کے وقت موجود تھے؟ اپنی اس موقع پر عدمِ موجودگی کے باوجود اُن کی طرف غلط باتیں کیوں منسوب کرتے ہو؟ حال آں کہ اس وقت کی صورتِ حال یہ ہے کہ:

اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ (جب کہا اپنے بیٹوں کو: تم کس کی عبادت کرو گے میرے بعد؟): ماضی کی حقیقی تاریخ یاد رکھو! حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی موت کے وقت اپنے بیٹوں سے پوچھا تھا کہ: میرے بعد تم کس ربّ کی عبادت کرو گے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دینِ حنیفی کو قبول کرو گے یا اَحبار و رُہبان میں سے کسی کو اپنا ربّ مان کر اُس کے بیان کردہ حلال و حرام کو تسلیم کرو گے؟

قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (بولے: ہم بندگی کریں گے تیرے ربّ کی، اور تیرے باپ دادوں کے ربّ کی، جو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق ہیں، وہی ایک معبود ہے اور ہم سب اسی کے فرماں بردار ہیں): تو حضرت یعقوب علیہ السلام کے تمام بیٹوں نے اپنے والدِ گرامی کے سامنے دو باتوں کی قبولیت کا اعلان کیا تھا:

1۔ ہم تیرے خدا اور تیرے آباؤ اجداد حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل و حضرت اسحاق علیہم السلام کے ایک واحد خدا کی عبادت کریں گے۔ اُسی کی غلامی تسلیم کریں گے۔ کسی اَور کو اُس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

2۔ ہم اُسی ایک خدا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ تمام احکامات کو تسلیم کریں گے۔ خواہ وہ کسی بھی وقت، کسی بھی زمانے میں کسی بھی نبی پر نازل ہوں، وقت کے اُن نبی پر ایمان لائیں گے اور اُن کے احکامات کو تسلیم اور قبول کریں گے۔

اس طرح ان آیات میں ملّتِ ابراھیمیہ حنیفیہ کی اصل حقیقت واضح کی گئی ہے کہ وہ خدائے وحدہٗ لاشریک کی طرف سے ہر دور میں نازل شدہ انبیاؑ کی تعلیمات پر ایمان لانا ہے۔ اس کے مطابق نبیٔ آخرالزمان حضور اقدس ﷺ ہی اس ملّتِ ابراھیمیہ حنیفیہ کے اس دور میں نمائندے ہیں، ان کی پیروی کرنا ضروری ہے۔

www.rahimia.org

درسِ حدیث

از: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

والدین کا اولاد کے لیے بہترین تحفہ

عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسٰیؒ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ”مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهٗ مِنْ نُّحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ“. (سنن ترمذی:1952)

(حضرت ایوب بن موسیٰؒ (تابعی) اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی باپ اپنے بیٹے کو اس سے اچھا عطیہ نہیں دے سکتا کہ اسے اچھے طریقے سے زندگی بسر کرنا سکھا دے“۔)

والدین اپنی اولاد کے دُنیوی مسائل کے حل کے لیے فکرمند رہتے ہیں۔ اس حوالے سے نبی ﷺ نے رہنمائی فرمائی ہے کہ ایک باپ اپنے بچے کو جو سب سے بہترین چیز دے سکتا ہے، وہ اس کی اچھی تربیت ہے۔ اس کے اَخلاق کو سنوارنا، زندگی گزارنے کا سلیقہ بتانا اور آدابِ زندگی سمجھانا، تاکہ رشتہ داروں اور جن کے ساتھ وہ لین دین کرتا ہے یا اپنی منصبی ذمہ داریوں کو نبھاتا ہے، وہ ان حوالوں سے بہترین اور اچھا انسان ثابت ہو۔ اچھا اَخلاق اور اچھے رویے رکھنے والا ہو، جس سے متعلقین کو تکلیف کے بجائے راحت پہنچے اور آسانیاں میسر آئیں۔ اپنی اولاد سے ایک سچی اور حقیقی محبت کے اِظہار کا یہ بہترین طریقہ ہے۔ اس حدیث میں اولاد کی مادی ضرورتوں کی فراہمی کی نفی نہیں ہے، البتہ یہاں ایک خاص دائرے میں بات سمجھائی جارہی ہے کہ ماں باپ کے لیے اولاد کے حوالے سے جو بات زیادہ قابلِ توجہ ہے، وہ اس کی اَخلاقی تربیت ہے۔ اس کو اچھے اَخلاق کی تربیت دینا اور بُرے اخلاق سے بچانا ہے۔

عموماً اور آج کل بالخصوص ایک سوچ ہے کہ ماں باپ اپنی اولاد کے لیے مال و دولت جمع کرنے اور جائیداد بنانے کے لیے بہت فکرمند رہتے ہیں اور ساری زندگی اس پر لگا دیتے ہیں۔ اولاد کی تربیت اور ان کے اَخلاق سنوارنے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، تو اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس غلطی کی اِصلاح کی طرف توجہ دِلائی ہے۔ تاہم دیگر آیات و احادیث میں اس حوالے سے رہنمائی موجود ہے کہ ماں باپ اپنی اولاد کے دنیاوی تقاضوں کو پورا کر کے آخرت میں اَجر کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ ماں باپ کو اولاد کی تربیت اور ان کی ضروریات پوری کرنے کے حوالے سے ہی جنت عطا کی جائے گی۔

مشاہدہ یہ ہے کہ جن بچوں کی اَخلاقی تربیت کی طرف دھیان نہیں دیا جاتا تو ماں باپ کا جمع کیا ہوا مال جب ان کے پاس آتا ہے تو وہ اس مال کو بے دریغ خرچ کرنا شروع کر دیتے ہیں، جس سے کئی مصیبتیں اور مشکلات کھڑی ہو جاتی ہیں۔ اگر ماں باپ کی زندگی ہی میں ایسا ہو جائے تو یہ صورتِ حال اُن کے لیے بڑی آزمائش اور تکلیف کا باعث بنتی ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی بھی ماں باپ اس کو پسند نہیں کریں گے کہ جس مقصد کے لیے انھوں نے ساری زندگی لگا دی، وہی ان کی اولاد کے لیے وَبالِ جان بن جائے۔ اس بنا پر اس حدیث میں اولاد کی تربیت کے حوالے سے گراں قدر رہنمائی ہے۔

صحابہؓ کا ایمان افروز کردار

مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

حضرت عثمان بن طلحہ بن ابوطلحہ قریشی عبدری الحجبی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان بن طلحہ قریشی رضی اللہ عنہ بہت سی انسانی خوبیوں اور بہترین اَخلاق اور انسانیت کے مظہر لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ آپؓ بیت اللہ الحرام کے حاجب یعنی کلید برداری کے منصب پر فائز تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد آپؓ نے اسلام کی تعلیمات اور فکر پر گہرا غور کیا۔ اپنے ضمیر و فطرت کی آواز پر لبیک کہا اور دینِ حق دینِ اسلام کو قبول کیا۔ اس کے لیے ہر قربانی دینے کے لیے تیار ہو گئے اور ترکِ وطن و اعزہ و احباب کا فیصلہ کر کے مہاجرین میں شامل ہو گئے۔ آپ مکہ کے نظام کے بڑے اہم ذمہ داروں میں سے تھے۔ آپؓ نے اپنے دو جلیل القدر بہادر، زیرک اور انتہائی عقل مند دوستوں حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی اور خدمتِ اسلام میں مصروف ہو گئے۔ آپؓ فتح مکہ میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ حنین اور طائف کے غزوات میں شریک رہے۔ پھر حضورؐ کے ساتھ مدینہ واپس آ گئے اور آپؐ کے وصال کے بعد پھر مکہ میں قیام پذیر ہو گئے۔ رسول اللہؐ نے آپؓ کو فتح مکہ کے دن بیت اللہ کی چابیاں واپس کیں اور اس فتح کے دن کعبۃ اللہ میں رسول اللہ کے ساتھ جو تین لوگ اندر داخل ہوئے، ان میں سے ایک نام ”عثمان بن طلحہ“ کا ہے۔

آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن طلحہؓ کی سابقہ انسانی، مثبت تعمیری خدمات کی بنیاد پر امانت و دیانت کے اصول پر مستقبل کی ذمہ داریوں کا تعین کرتے ہوئے انھیں فرمایا کہ: ”یہ بیت اللہ کی چابیاں اب لے لو! ہمیشہ کے لیے تمھارے پاس ہوں گی۔ ان چابیوں کو سوائے ظالم کے کوئی اور تم سے نہیں چھین سکتا“۔ اس طرح کعبہ کی کلید برداری قیامت تک اس خاندان کو سپرد ہوئی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام مثبت، سچی اقدار و معاہدات کو سیاسی و اجتماعی فتوحات اور تبدیلیوں میں مدنظر رکھتا ہے، سب کچھ طاقت کے نشے میں مسمار نہیں کیا جاتا ہے۔ حضرت عثمان بن طلحہؓ سے کتبِ حدیث میں پانچ روایات موجود ہیں، ایک صحیح مسلم میں ہے۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں سے حضرت ابن عمرؓ، حضرت عروہ ابن زبیرؓ، آپ کے چچازاد بھائی حضرت شیبہ ابن عثمان الحاجبؓ ہیں۔

اُمُّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب ہجرت کے لیے مکہ سے نکلیں تو آپؓ اکیلی تھیں۔ آپؓ کے خاندان کے لوگ بھی ساتھ دینے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس موقع پر جب مقامِ تنعیم پر عثمان ابن ابوطلحہؓ نے اکیلے ایک عورت کو سفر پر دیکھا تو عرب روایات اور قریش کی انسانی روایات کے اعتبار سے ایک عورت کو اکیلے سفر نہ کرنے دیا اور مدینہ تک انہیں پوری حفاظت کے ساتھ پہنچایا۔ اسی لیے حضرت اُم سلمہؓ کی رائے ان کے حق میں یہ تھی کہ میں نے ان سے بڑھ کر شریف النفس انسان نہیں دیکھا۔

عرب مؤرّخ مدائنی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن طلحہؓ کی وفات ۴۲ ہجری میں مکہ میں ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء، الاصابہ، اسد الغابہ)

www.rahimia.org

حقائق سے عاری نعروں اور بے عمل جذباتی بیانیوں کی سیاست

’پاکستان تاریخ کے نازک موڑ پر کھڑا ہے‘، ’ملک ایک تشویش ناک دور سے گزر رہا ہے‘!!! یہ جملے ایک بار آج پھر ہماری سیاست اور صحافت کی شہ سرخیوں کی شکل میں اخبارات اور چینلز کی زینت بن رہے ہیں۔ ہمیں اس حقیقت سے قطعاً انکار نہیں کہ اس وقت سیاسی طور پر ملک میں عدمِ استحکام کی فضا غالب ہے۔ سرحدوں پر بڑھتی ہوئی کشیدگی اور علاقائی سلامتی کے خطرات نے دفاعی اداروں کے لیے فکرمندی کی فضا کو جنم دیا ہے۔ قومی اُفق پر آزمائشوں کے سائے گہرے ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ پاکستان کو ہندستان کے ساتھ سرحدی کشیدگی کا سامنا ہے۔ خاص طور پر پہلگام واقعے کے بعد پڑوسی ملک کے الزامات اور فوجی کارروائی کی دھمکیوں نے حالات کو تشویش ناک حد تک خراب کر دیا ہے، جس کی وجہ سے دونوں ایٹمی طاقتوں کے درمیان تناؤ بڑھ چکا ہے۔

ہمیں اس حقیقت کا بھی ادراک ہے کہ پاکستان اور ہندستان کے تعلقات‘ تاریخی طور پر پیچیدہ اور متنازعہ رہے ہیں۔ دونوں ممالک کی تقسیم کے وقت 1947ء میں شروع ہونے والے اختلافات نے جلد ہی کشیدگی کی شکل اختیار کر لی، جس کی وجہ سے تین بڑی جنگیں اور کئی سرحدی تنازعات ہماری جنگی تاریخ کا حصہ ہیں۔

لیکن پھر بھی ہمیں مندرجہ بالا جملے کیوں رسمی اور کسی تاثیر سے خالی نظر آتے ہیں؟ اس کی ایک بڑی وجہ ہمارے ملک کی حکومتوں کی عاقبت نااندیشانہ پالیسیاں اور سیاسی و مذہبی جماعتوں کی بچگانہ اور شعور سے عاری حرکتیں ہیں۔ ہمارے خیال میں ان حکمرانوں اور سیاسی و مذہبی قبیلوں کے من پسند حالات یہی ہیں جو آج کل ملک میں انھوں نے پیدا کر رکھے ہیں۔ گو! یہ ایک تلخ حقیقت ہے، لیکن اس کے کہے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ یوں لگتا ہے کہ جیسے یہ حالات جان بوجھ کر حقیقی مسائل سے توجہ ہٹانے کے لیے پیدا کیے جاتے ہیں، تاکہ ان پر سیاست کی جا سکے اور پھر دوسروں کو اس پر موردِ الزام ٹھہرایا جا سکے۔ گویا خرابیٔ بسیار کے لیے خود خراب حالات کا راستہ ہموار کیا جاتا ہے، تاکہ ؎

گلوں میں رنگ بھرے بادِ نو بہار چلے
چلے بھی آؤ کہ گلشن کا کاروبار چلے

کیوں کہ ان خراب حالات میں ہماری سیاسی اور مذہبی جماعتوں کو کچھ ایسے نعرے اور سلوگن ہاتھ لگ جاتے ہیں، جس سے ان کے لیے جلسوں، ریلیوں اور چندوں کی راہ ہموار ہو جاتی ہے اور گلشن کا کاروبار چل نکلتا ہے، جن کے ذریعے وہ اپنی عوام کو جذباتی بنا کر اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں پاکستانی سیاست میں کچھ ایشوز خطیبوں کی تقریروں میں رنگ بھرنے اور عوام کے دلوں کو گرمانے میں خاص تاثیر رکھتے ہیں۔ آج کل کی فضا میں ایک بار پھر وہ سارے سلوگن ہماری سیاسی اور مذہبی جماعتوں کے ہاتھ لگ چکے ہیں اور وہ نعروں اور ایشوز کے ذریعے سیاست میں اپنے اپنے ’’گلشن‘‘ کا کاروبار چلاتے نظر آتے ہیں۔

اس موقع پر ایک سنجیدہ ذہن کو یہ سوچنے کا موقع ملتا ہے کہ وہ پاکستان میں سیاست اور حکومت کے بنیادی ڈھانچے پر غور و فکر کر کے یہ حقیقت دریافت کرے کہ ہمارے ہاں سول و فوجی حکومتوں اور سیاسی و مذہبی جماعتوں کا سیاسی آہنگ اور ہتھیار کیا رہا ہے؟ ہم جگہ کی کمی کے باعث ذیل میں نظام کے ان تینوں کوزہ گروں میں سے صرف ایک عنصر یعنی مذہبی جماعتوں کی اس موقع پرستی یا ’’نبض شناسی‘‘ کا جائزہ لیں گے کہ وہ قوم کو کس وقت کیا بیچتا رہا ہے؟

قیامِ پاکستان کی کوششوں سے لے کر قراردادِ مقاصد اور بعد ازاں 1973ء کے آئین میں اسلامی دفعات شامل کروانے تک مذہبی جماعتیں اکثر یہ تأثر دیتی رہی ہیں کہ اسلام کو اندرونی اور بیرونی قوتوں سے خطرات لاحق ہیں، حال آں کہ وہ نظام سے جڑی اندرونی قوتوں کے ساتھ مل کر سیاست کاری کے فن میں یدِطولیٰ کے دعوے دار بھی ہیں۔ وہ مذہبی اقدار کے تحفظ اور اسلامی نظام کے نفاذ اور بعض دیگر مذہبی ایشوز کے نام پر لوگوں کو متحرک کرتے ہیں اور ان جذباتی ایشوز سے بہ آسانی عوام کو اپنی طرف راغب کر لیا جاتا ہے۔ یہ ایشوز اکثر‘ حقیقت سے زیادہ پروپیگنڈے پر مبنی ہوتے ہیں۔ مذہبی سیاست دان اور مذہبی جماعتیں جذبات کو بھڑکانے کے لیے غیر مصدقہ واقعات کو ہوا دیتی ہیں۔ فلسطین اور کشمیر، پہلے افغانستان بھی ان میں شامل تھا، جیسے مسائل جذباتی مرچ مصالحے کے ساتھ مسلم امہ کے ساتھ اپنی وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے پیش کیے جاتے ہیں اور مقامی مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکایا جاتا ہے، جیسے آج کل فلسطین کے نہتے عوام کے زخموں پر اپنی سیاسی عمارت کھڑی کی جا رہی ہے۔ گزشتہ دنوں تمام مذہبی جماعتوں کا مینارِ پاکستان پر متحدہ کنونشن اور اس میں ہونے والی شعور سے عاری جذباتی تقریریں اور بیانات نمونے کے طور پر سامنے رہیں، جس میں کوئی فلسطین کے محاذ پر جانے کے لیے بے تاب ہے اور کوئی دلی کی جامع مسجد میں نماز پڑھنے کا دم بھرتا ہے اور کوئی ہندوستان کے شہر دیوبند میں ناشتے کی خواہش لیے پیٹ پر ہاتھ پھیر رہا ہے۔

اور کبھی کبھی مذہبی سیاست میں مغربی ثقافت کے خلاف بیانیے کو اسلامی ہوا دی جاتی ہے، حال آں کہ بیش تر اِن مذہبی سیاست کے رہنماؤں کی اولادیں مغربی ثقافت کے زیرِسایہ پھل پھول رہی ہوتی ہیں اور مغرب کے مسلط سرمایہ داری نظام میں محض مغربی ثقافت کے خلاف نعرہ‘ لوگوں کو فریب دینے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

ہماری سیاست میں یہ ایشوز وقت اور حالات کے ساتھ نئی شکل اختیار کرتے رہتے ہیں، جیسا کہ ہماری قومی سیاست پر 1950ء کی دہائی میں لسانی ایشوز غالب تھے۔ 1980ء کی دہائی میں مذہبی شدت پسندی اور آج کل سوشل میڈیا پر دھاندلی اور اسٹیبلشمنٹ کے خلاف بیانیوں کے ساتھ ساتھ غزہ اور فلسطین کا زاور جنگی جنون کا غلبہ ہے۔

(بقیہ: صفحہ 11 پر)

www.rahimia.org

افکارِ شاہ ولی اللہؒ

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

احادیثِ نبویہؐ کی روشنی میں ''عقل'' سے متعلق مقامات

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّۃُ اللّٰہِ البالِغہ'' میں فرماتے ہیں:

''جب ہم اُن بنیادی اُمور کے بیان سے فارغ ہوئے جن پر علم الاحسان کے باب سے متعلق احادیثِ نبویہؐ کی تشریح موقوف تھی، تو اب ہم اس باب سے متعلق احادیث کی شرح شروع کرتے ہیں۔ پس ہم کہتے ہیں کہ: ''عقل'' سے متعلق تمام مقامات واحوال کا مرکزی اُصول ''یقین'' ہے۔ اس ''یقین'' سے جو مقامات اور احوال پھوٹتے ہیں، وہ ''توحید''، ''اخلاص''، ''توکل''، ''شکر''، ''اُنس''، ''ہیبت''، ''تفرید''، ''صدیقیت''، ''محدثیت'' اور اس کے علاوہ ایسے مقامات ہیں، جن کا شمار کرنا طوالت رکھتا ہے۔

(مقامِ ''یقین'' سے متعلق احادیث)

(1) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ: ''الیقینُ الإیمانُ کُلُّہٗ'' (''یقین'' کا پیدا ہوجانا مکمل ایمان ہے)۔ اور اسے ''مرفوعاً'' بھی روایت کیا گیا ہے (طبرانی وبیہقی وغیرہ نے اس حدیث کو موقوفاً روایت کیا ہے اور امام بیہقیؒ نے اس کو نبی اکرم ﷺ کا قولِ مرفوع روایت کیا ہے)۔ (الدُّرُّ المَنثُور، 1/66)

(2) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''(اللّٰھُمَّ!) ... واقْسِمْ لَنا مِنَ الیَقِینِ مَا تُھَوِّنُ به علینا مصائب الدُّنیا''. (جامع ترمذی، حدیث: 3502) (اے اللہ! ہمیں ایسا خوف عطا کردے جو تیری نافرمانی اور ہمارے درمیان حائل ہوجائے اور اپنی ایسی اطاعت عطا فرما، جس کے نتیجے میں ہم تیری جنت میں پہنچ جائیں) اور ہمیں اتنا یقین دے دے کہ جس کی وجہ سے دنیا کی مصیبتیں ہم پر آسان ہوجائیں۔)

مَیں کہتا ہوں کہ: ''یقین'' کا معنی اور مطلب یہ ہے کہ ''جو کچھ شریعت میں ''تقدیر'' کے مسئلے اور ''آخرت'' کے مسئلے سے متعلق آیا ہے، اس پر ایک مؤمن کا ایمان رکھنا ہے اور یہ ایمان اُس کی ''عقل'' پر اس طرح غالب آنا ہے کہ اُس کی عقل اس ایمان (کے نور) سے بھر جائے اور اُس کی عقل سے ایمانی قطروں کی بارش اُس کے ''قلب'' اور ''نفس'' پر برسے، یہاں تک کہ وہ ان یقینی اُمور کو اس طرح بصیرت کی آنکھ سے دیکھے گویا کہ یہ اُمور ایک محسوس اور سامنے کی دیکھے ہوئے اُمور ہیں۔

اور یہ جو فرمایا ہے کہ: ''یقین'' ہی مکمل ایمان ہے''، اس لیے کہ ''یقین''، ''عقل'' کو مہذب بنانے میں سب سے عمدہ مقام کی حیثیت رکھتا ہے اور ''عقل'' کا مہذب ہونا ہی ''قلب'' اور ''نفس'' کے مہذب ہونے کا سبب بنتا ہے۔ اور یہ بات اس لیے ہے کہ ''یقین'' جب ''قلب'' پر غالب آتا ہے تو اُس سے بہت سے شعبے پھوٹتے ہیں۔ پھر وہ اُن چیزوں سے نہیں ڈرتا جس سے عام طور پر انسان ڈرتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے کہ جو چیز بھی اُسے پہنچی ہے، وہ اُس کے لیے غلط نہیں اور جو غلط ہے، وہ اُسے پہنچ نہیں سکتی۔ اس طرح اُس پر دنیا کی مصیبتیں جھیلنا آسان ہوجاتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کو آخرت میں جو وعدے دیے گے ہیں، اُس پر کامل اطمینان حاصل ہوجاتا ہے۔

اسی طرح اُس کا نفس بہت زیادہ اسباب جمع کرنے کی طرف متوجہ ہونے کو بُرا سمجھتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی واجبی قدرت ہی اپنے اختیار اور ارادے سے اس عالم میں مؤثر ہے۔ اور جو مادی اسباب ہوتے ہیں، وہ اللہ کے بنائے ہوئے نظام کے مطابق ہیں۔ چناں چہ عام لوگ جن چیزوں کے حصول کی کوشش کرتے اور مشکلات برداشت کرتے ہیں، اُن کے حصول میں مؤمن کی کوشش میں کمی آجاتی ہے۔ اس کے نزدیک دنیا کے سونا چاندی اور یہاں موجود پتھر ایک برابر حیثیت رکھتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب ''یقین''، مکمل، مضبوط اور طاقت ور ہوجاتا ہے اور اُس پر ہمیشگی پیدا ہوجاتی ہے، یہاں تک کہ اُس کی حالت میں کوئی فقر وفاقہ، کوئی مالداری، کوئی عزت اور کوئی ذِلت تبدیلی پیدا نہیں کرسکتی تو اس یقین سے بہت سارے شعبے پھوٹتے ہیں۔

(مقامِ ''شکر'' سے متعلق احادیث)

ان شعبوں میں سے ایک مقام ''شکر'' کا ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان یہ دیکھے کہ اس کے پاس جو تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں ہیں، ان کا فیضان اُس کے خالق ومالک - جَلَّ مَجْدُہٗ - کی طرف سے ہو رہا ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو اُس کا شکر ادا کرنے سے عاجز دیکھے اور اسی مشاہدے اور کیفیت میں وہ مضمحل رہے اور گھلتا رہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جنت میں سب سے پہلے جو لوگ پکارے جائیں گے، وہ اللہ کی حمد وثنا بیان کرنے والے ہیں، وہ جو ہر مصیبت اور خوشی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں''۔ (رواہ البیهقی فی شعب الإیمان، مشکوٰۃ، حدیث: 2308)

مَیں کہتا ہوں کہ بات یہ ہے کہ ''شکر'' ادا کرنا اس بات کی نشانی ہے کہ انسان کی ''عقل'' اور ''قلب'' پر اللہ تعالیٰ پر یقین کی فرماں برداری غالب ہے اور یہ کہ نعمتوں کی معرفت اور اُن نعمتوں کو پیدا کرنے والے کے فیضان کا مشاہدہ عالم مثال میں ایسی ''قوتِ فعالہ'' پیدا کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں مثالی قوتیں اور ''الھیاکل الأُخرویّة'' (اُخروی نعمتیں) وجود میں آتی ہیں۔ چناں چہ تفصیلی طور پر نعمتوں کی معرفت اور انعام دینے والی ذات تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اُن کے فیضان کا مشاہدہ اللہ کی سخاوت کے دروازے کو کھٹکھٹانے میں دعائے مستجاب سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

(اس کی تشریح کرتے ہوئے امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ:

''قوائے مثالیہ سے متاثر ہونے کا مطلب اُس شکر ادا کرنے والے فرد کے اعمال کا عالمِ مثال میں مثالی شکل اختیار کرنا ہے۔ اور ایسی قوتوں کی شکل اختیار کرنا ہے کہ جیسے اس عالم میں ہونے والے مختلف واقعات کے پیچھے قوتیں کارفرما ہوتی ہیں۔ ''الھیاکل الأُخرویّة'' (اُخروی نعمتوں) سے مراد مثلاً جنت میں عطا کردہ نعمتیں ہیں۔

بقیہ: صفحہ 11 پر

www.rahimia.org

اسلامی دور کی ناقابلِ فراموش شخصیات

مفتی محمد اشرف عاطف، لاہور

عثمان غازی کے جانشین اور ان کے کارہائے نمایاں

سلطنتِ عثمانیہ کے بانی' عثمان غازی کے بڑے بیٹے علاء الدین اپنے علمی ذوق اور تنہائی پسندی کی وجہ سے اپنا بیش تر وقت تحصیلِ علم میں صَرف کرتے۔ فنونِ جنگ سے ان کو کوئی مناسبت نہ تھی۔ عثمان کے دوسرے بیٹے 'اُور خان' بہت سی جنگوں میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا چکے تھے، اس لیے عثمان غازی نے سلطنت کی سربراہی کے لیے اُور خان کو نامزد کیا اور انھیں اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ چناں چہ عثمان کے انتقال کے بعد اُور خان نے اپنے طرزِ عمل سے ثابت کر دیا کہ تاج و تخت کے لیے اس کا انتخاب درست تھا۔ اس نے اپنے بڑے بھائی علاء الدین کو بھی اقتدار میں شریک کرنا چاہا، لیکن فیاضی کے اس مقابلے میں علاء الدین بھی شکست ماننے کو تیار نہ تھا۔ اس نے اپنی سکون پسند طبیعت کی بنا پر اس پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، لیکن اُور خان کے اصرار پر اور بھائی کے اپنے اوپر اعتماد سے متأثر ہو کر وزارتِ عظمیٰ کا منصب قبول کر لیا۔

علاء الدین نے وزارت کا عہدہ سنبھالنے کے بعد سلطنت کی نئی تنظیم و تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔ تین اُمور پر خصوصی توجہ دی اور سلطنت کا سکہ ڈیزائن کیا۔ باقاعدہ فوج کی تشکیل اور اس کا لباس تجویز کیا۔ فوج کی باقاعدہ تنظیم سے سلطنتِ عثمانیہ کی طاقت بڑھ گئی، جو تین سو سال تک عثمانی سلطنت کی فتوحات کا ذریعہ بنی۔

ارطغرل اور عثمان کے زمانے میں باقاعدہ فوج نہ تھی۔ ان کے دور میں دستور یہ تھا کہ جب کوئی جنگی مرحلہ پیش آتا تو اعلان کر دیا جاتا کہ جو شخص لڑائی میں شریک ہونا چاہے، وہ فلاں دن فلاں مقام پر آ جائے۔ انھیں کوئی تنخواہ بھی نہیں ملتی تھی، البتہ جو مالِ غنیمت ہاتھ آتا، وہ ان میں تقسیم کر دیا جاتا، لیکن علاء الدین نے باقاعدہ فوج بنائی، جس کا نام "پیادے" رکھا۔ جن کو دس دس، سو سو اور ہزار ہزار دستوں پر تقسیم کیا گیا۔ اس فوج کے قیام کو زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ ان میں اپنی قوت کا بے جا احساس پیدا ہو گیا۔ ان کی سرکشی خود سلطان کے لیے تشویش کا باعث ہونے لگی تو اس نے عمائدینِ سلطنت سے مشورہ کیا۔ انھوں نے جو رائے دی، اس سے سلطان پیادہ فوج کی طرف سے نہ صرف مطمئن ہوا، بلکہ آئندہ ادوار میں عثمانی فتوحات کی رفتار میں بے پناہ اضافہ ہوا۔

وہ تجویز یہ تھی کہ عیسائی نوجوان قیدیوں کو ایسے ماحول میں رکھا جائے کہ خود بہ خود اسلام کی طرف مائل ہوں۔ جب وہ مسلمان ہو جائیں تو انھیں فوج میں بھرتی کیا جائے۔ سلطان کی نگرانی میں ان کی تربیت کی جائے۔ اس فوجی تربیت کے نتیجے میں ان میں ہر قسم کی سختی و تکلیف برداشت کرنے کی ہمت پیدا ہو جائے گی۔ والدین اور وطن سے الگ ہونے کے بعد ان کی تمام اُمیدیں اور توقعات سلطنت اور اسلام سے وابستہ ہوں گی۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ اس نئی فوج کا چوں کہ مقامی رعایا سے کسی طرح کا تعلق نہ تھا، وہ رعایا کے لیے اجنبی تھے، اس لیے بغاوت کے امکانات بھی ختم ہو گئے، جس کا مقامی فوج سے خدشہ پیدا ہو گیا تھا۔ چناں چہ اس فوج کے ذریعے مزید فتوحات ہونے لگیں۔

ملکی معیشت

ملکی معیشت
ملکی معیشت

محمد کاشف شریف، اسلام آباد

محصولات کی جنگ

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے ٹیرف (محصولات) کے استعمال - جسے وہ عالمی تجارتی اور صنعتی نظام کو تبدیل کرنے کے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے طور پر پیش کرتے ہیں - کے تاریخی پسِ منظر، ماسٹر پلان؛ "Make America Great Again" (MAGA) کے مراحل اور ممکنہ چیلنجز سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ٹرمپ کے ٹیرف کا استعمال اتفاقیہ نہیں، بلکہ ایک بڑی حکمتِ عملی کا حصہ ہے، جس کا مقصد دوبارہ صنعتی ترقی، قومی سلامتی، قرضوں کے بوجھ میں کمی اور ڈالر کی عالمی بالادستی برقرار رکھنا ہے۔ یہ حکمتِ عملی بہ ظاہر بے ترتیب اقدامات کو سوچا سمجھا انتشار بنا کر پیش کرتی ہے، تاکہ عالمی نظام میں تبدیلی لائی جا سکے۔ صدر ٹرمپ کی اس حکمتِ عملی کے پسِ منظر کو مزید سمجھنے کے لیے تاریخی سیاق و سباق کا جاننا بہت ضروری ہے۔

جنگِ عظیم اوّل کے بعد بے پناہ قرضوں کی فراہمی، جنگی و روزمرہ اشیائے صَرف کی پیداوار اور ان کی یورپ و ایشیا کو برآمدات کی وجہ سے امریکا عالمی سٹیج پر بہت اہمیت اختیار کر گیا۔ جنگِ عظیم دوم کے بعد بریٹن ووڈز آرڈر (1944-1973ء) وضع کیا گیا، جس کا ٹارگٹ گولڈ کی جگہ امریکی ڈالر کو عالمی کرنسی کا مرکز بنانا، ساتھ ہی اتحادی ممالک کو امریکی فوجی تحفظ فراہم کرنا اور کمیونسٹ روس کو دنیا کے لیے خطرہ قرار دینا تھا، لیکن اس نظام کو 1973ء سے 1979ء میں ترک کر دیا گیا اور اس کی بڑی وجہ گولڈ کے ذخائر کی مطابقت کے خلاف ڈالر کی پرنٹنگ اور انھیں جنگوں اور تجارت کے لیے استعمال کرنا بنا۔

صدر ریگن اور مارگریٹ تھیچر نے 1980ء میں باقاعدہ طور پر نیو لبرل آرڈر اپنا لیا، جس میں گلوبلائزیشن کے ذیل میں عالمی سرمایہ کاری، WTO کی صورت میں کم محصولات اور لچک دار کرنسی نظام Floating Exchange System کو فروغ ملا، جس سے امریکا کو فائدہ تو ہوا، لیکن چین اور اس ماڈل پر عمل درآمد کرنے والے دیگر ممالک کی حکمتِ عملی اور اقدامات کی وجہ سے امریکا کا صنعتی زوال بھی بڑھا۔ اس حکمتِ عملی میں سوویت یونین کے زوال کے بعد روس اور چین کو تدریجاً دنیا کے لیے خطرہ قرار دینے کے نظریے کی تشہیر کو مدھم کر دیا گیا، تاکہ اُن ممالک میں موجود صارفین تک رسائی حاصل کی جا سکے اور وہاں موجود وسائل کو استعمال کیا جا سکے۔

2016ء میں امریکا اور برطانیہ نے نیو لبرل آرڈر سے عملاً برأت کا اعلان کیا۔ چناں چہ BRAXIT اور صدر ٹرمپ کے پہلے دور کی پالیسیاں اس امر کی غمّاز ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ٹرمپ کی پالیسیز ماضی کی غلطیوں کا ردِ عمل ہیں' یا اب چوں کہ ہار نظر آ رہی ہے، اس لیے قاعدہ بدلنے کا وقت ہوا چاہتا ہے۔ MAGA کا ماسٹر پلان' جس میں سب سے پہلے ٹیرف یا محصولات کی صورت میں انتشار پیدا کرنا ہے، تاکہ اتحادیوں اور حریفوں پر یکساں بھاری محصولات لگا کر متوقع مذاکرات میں برتری حاصل کی جائے۔

بقیہ: صفحہ 11 پر

www.rahimia.org

عالمی منظرنامہ

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

سٹاک مارکیٹوں کا حشر نشر

(امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے بیانات اور عالمی معیشت پر اثرات)

سرمایہ دارانہ نظام کی بنیادوں میں سے ایک اہم پہلو ''سٹاک ایکسچینج'' کا تصور ہے، جو صنعتی اور تجارتی اداروں کی مالیاتی قدر میں ہونے والی لمحہ بہ لمحہ تبدیلیوں کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ نظام 1611 عیسوی میں نیدرلینڈ کی ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کی تشکیل کے ساتھ پروان چڑھا۔ اس کمپنی کو وسیع پیمانے پر کاروبار پھیلانے کے لیے بھاری سرمایہ درکار تھا، جس کے حصول کے لیے معاشرے کو شامل کرنے کا طریقہ کار اپنایا گیا۔ اجتماعی سرمایہ (Capital) کو جمع کرکے اس سے حاصل ہونے والے منافع (Dividend) کو حصہ داروں میں تقسیم کرنے کا تصور سامنے آیا۔ حصص کی خرید وفروخت کے لیے ایک منظّم ادارے کی ضرورت محسوس ہوئی، جسے سٹاک ایکسچینج کا نام دیا گیا۔ اس کا بنیادی مقصد کمپنی کی ساخت کو توڑے بغیر حصہ داروں کی ملکیت میں تبدیلی کو ممکن بنانا تھا۔

سٹاک مارکیٹ کا ارتقا اور عدمِ استحکام: ابتدائی دور میں صرف ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کے حصص کی خرید وفروخت ہوتی تھی، لیکن رفتہ رفتہ یورپ کے دیگر ممالک میں بھی ایسے مراکز قائم ہونے لگے۔ سرمایہ کاروں کے لیے حصص میں سرمایہ کاری نفع کا آسان ذریعہ بن گئی، تاہم، کمپنیوں کی بنیادی کارکردگی کو جانے بغیر سرمایہ کاری کا رجحان ایک بلبلہ (Bubble) بن گیا، جس نے مارکیٹ میں عدمِ استحکام پیدا کیا۔ جب سرمایہ کاروں نے خوف زدہ ہوکر حصص فروخت کرنے شروع کیے تو مارکیٹ میں گراوٹ (کریش) آئی۔ یہی وہ تاریخی نمونہ ہے جو آج بھی سٹاک مارکیٹ کے اُتار چڑھاؤ کی وجہ بنتا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کے تحت سٹاک مارکیٹ کا تصور درحقیقت جدید مالیاتی نظام کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ کمپنی نے نہ صرف شیئر ہولڈنگ کا نظام متعارف کرایا، بلکہ اس نے جدید کارپوریٹ ڈیموکریسی کی بنیاد بھی رکھی۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس میں مزید تبدیلیاں آتی گئیں:

- 1792ء میں نیویارک سٹاک ایکسچینج کا قیام
- 1971ء میں NASDAQ کا الیکٹرانک نظام کے ساتھ آغاز
- 1980ء کی دہائی میں الگورتھمک ٹریڈنگ کا ظہور
- 2008ء کے مالیاتی بحران کے بعد نئے ضوابط کا نفاذ

ٹرمپ کی تجارتی جنگ اور عالمی کھلبلی: ٹرمپ نے چین کے خلاف تجارتی جنگ 2018 میں ہی شروع کردی تھی، جس میں انھوں نے چینی مصنوعات پر ٹیرفز (محصولات) عائد کیے تھے اور ''امریکا فرسٹ'' کا نعرہ لگایا۔ 2025ء میں امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے روایتی جنگ کے بجائے تجارتی جنگ کا راستہ اپنایا۔ 3/اپریل 2025ء کو انھوں نے عالمی تجارتی نظام پر بھاری ٹیرفز عائد کرکے ایک اقتصادی بم گرادیا، جس نے 100 سے زائد ممالک کی معیشتوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ صرف دو دن میں 500 امریکی کمپنیوں کو 5 ٹریلین ڈالر کا نقصان ہوا۔

''فوربز'' میگزین کی رپورٹ کے مطابق: امریکی سٹاک مارکیٹ تیزی سے کریش ہوئی، جب کہ واشنگٹن سمیت متعدد ریاستوں میں ٹرمپ کی پالیسیوں کے خلاف احتجاجی مظاہرے شروع ہوگئے۔ یورپ، کینیڈا، میکسیکو اور دیگر ممالک میں بھی عوامی غم وغصہ پھیل گیا۔ ٹرمپ نے عوام کو یقین دلایا کہ یہ اقدامات امریکا میں نئی فیکٹریاں، روزگار اور خوش حالی لائیں گے۔ تاہم چین نے جوابی کارروائی کرتے ہوئے امریکی مصنوعات پر 34% ٹیرف عائد کردیا۔ ٹرمپ نے دھمکی دی کہ اگر چین نے ٹیرف واپس نہ لیے تو امریکا چین پر ٹیرف 104% تک بڑھا دے گا۔ یہ دھمکی عملی شکل اختیار کرگئی اور دونوں ممالک کے درمیان ٹیرف کی جنگ نے ایک نئے دور کا آغاز کردیا۔

لبریشن ڈے ٹیرف اور چین کا جواب: ٹرمپ نے 9/اپریل 2025ء کو چین پر ٹیرف 125% تک بڑھا کر اسے ''لبریشن ڈے ٹیرف'' کا نام دیا، جسے انھوں نے امریکا کی ''معاشی آزادی'' سے تعبیر کیا، تاہم اس کا فوری اثر یہ ہوا کہ چین سے درآمد ہونے والی اشیا (جیسے آئی فون) کی قیمتیں آسمان کو چھونے لگیں اور امریکا میں اشیائے ضروریہ کی قلت ہوگئی۔ چین نے جواباً ریئر ارتھ معدنیات (جو امریکی دفاعی اور صنعتی شعبوں کے لیے اہم ہیں) کی برآمد پر پابندی عائد کردی، جس سے 70 سے 80 فی صد درآمدات متأثر ہوئیں۔ ڈونلڈ ٹرمپ نے اپنی پہلی صدارتی ٹرم کے دوران ''امریکا فرسٹ'' کے نعرے کے تحت چین سمیت دیگر ممالک کے خلاف تجارتی جنگ چھیڑی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ ٹیرفز لگا کر امریکا کو تجارتی خسارے سے بچایا جا سکتا ہے۔ 3/اپریل 2025ء کو انھوں نے چین پر بھاری ٹیرفز عائد کیے، جس کا فوری نتیجہ یہ نکلا کہ امریکی سٹاک مارکیٹ تیزی سے گرگئی، جس نے عالمی معیشت کو ہلا کر رکھ دیا۔

امریکا میں اشیا کی قلت اور معاشرتی بے چینی: چین کے جوابی اقدامات کے بعد امریکا میں اشیا کی قلت ہونے لگی۔ سٹورز خالی ہوگئے اور عوام میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ امریکا کی بڑی صنعتیں، خاص طور پر ڈیفنس، الیکٹرک گاڑیاں اور ٹیکنالوجی کے شعبے، چین سے درآمد ہونے والی نایاب معدنیات (Rare Earth Minerals) پر انحصار کرتی ہیں۔ چین نے ان معدنیات کی برآمد پر پابندی لگادی، جس سے امریکی صنعتوں کو شدید دھچکا لگا۔

چین کا منظّم ردِعمل: چین ایک منظّم طاقت ہے، اس نے ''میک اِن چائنا'' 2025ء جیسے منصوبوں کے تحت اپنی صنعتوں کو خودکفیل بنانے کی حکمتِ عملی اختیار کی۔ اس نے ہر امریکی اقدام کا ٹھوس بنیادوں پر جواب دیا۔ انھوں نے نہ صرف ٹیرفز کا مقابلہ کیا، بلکہ عالمی منڈی میں اپنا اثر ورسوخ بڑھانے کی کوششیں تیز کردیں۔ چین کا مقصد ''دنیا کی تشکیلِ نو'' ہے اور وہ اس جنگ میں کسی دباؤ کے بغیر اپنی حکمتِ عملی پر کاربند ہے۔

بقیہ: صفحہ 11 پر

www.rahimia.org

رپورٹ: سیّد نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

غلبۂ دین کے لیے سیاسی طاقت کی اہمیت

11/ اپریل 2025ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ لاہور میں خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

"معزز دوستو! نبی اکرم ﷺ کی دنیا میں آمد اللہ کے احکامات کو دنیا میں غالب کرنے اور انسانیت کو عدل و انصاف پر قائم کرنے کے لیے ہوئی تھی۔ آپؐ کی آمد کا مقصد جو قرآن حکیم واضح کرتا ہے، وہ دینِ حق کا دنیا میں غلبہ ہے اور غلبے کی کوئی بھی جدوجہد اور کوشش بغیر طاقت اور قوت کے کامیاب نہیں ہو سکتی۔ انبیا علیہم السلام کو دنیا میں جب اللہ تعالیٰ مبعوث فرماتے ہیں، خاص طور پر وہ انبیا جو اولوالعزم اور انسانیت کو انتہائی مشکل حالات میں کامیابی اور کامرانی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں، تو اُن کو طاقت اور قوت بھی عطا کی جاتی ہے۔ ایسے ہی دنیا میں کسی بھی پروگرام کو انسانی معاشرے پر نافذ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس پروگرام کو سیاسی طاقت اور معاشی قوت حاصل ہو۔ سیاسی طاقت کے بغیر کوئی اتھارٹی نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی چیز نافذ العمل ہوتی ہے۔ اس کا وعظ تو کہا جا سکتا ہے، لیکن اُس کا عملی اطلاق اور عملی نظام وجود میں نہیں آ سکتا۔

اولوالعزم انبیاؑ خاص طور پر مجدد دین انبیاؑ جب دنیا میں آتے ہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ اُن کے غلبے کا نظام بھی قائم کرتے ہیں۔ اُن کے ساتھ ایسے لشکر انسانی اجتماعیت میں پیدا کر دیتے ہیں، جن کے بارے میں اللہ نے خود کہا: "بے شک وہی مدد دیے جائیں گے اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا"۔ (37-الصافات: 173)

یہ تصور قائم کر لینا کہ بغیر کسی سیاسی طاقت اور معاشی قوت کے دنیا میں کوئی چیز نافذ العمل ہو جاتی ہے، یہ اپنے آپ کو دھوکا دینے کے سوا اَور کچھ نہیں۔ البتہ جن انبیا علیہم السلام کی بعثت کا مقصد صرف حجت پورا کرنا، دلائل دینا اور انسانوں کو محض بات سمجھانا ہوتا ہے، اُن کے اپنے پاس سیاسی طاقت نہیں ہوتی، بلکہ اُن کی مدد کے لیے باہر سے کسی سیاسی طاقت کو پیدا کیا جاتا ہے۔ جیسے دانیال نبی نے طالوت کو بادشاہ بنایا اور سیاسی طاقت کو اُن کے ساتھ شامل کیا، اس سے پہلے بنی اسرائیل پستی کی حالت میں تھے۔ اسی طرح جب بنی اسرائیل نے اپنے نبیؑ سے مطالبہ کیا کہ ہمارے لیے سیاسی طاقت کا حامل حکمران مقرر کرو تو وقت کے نبیؑ نے اعلیٰ صلاحیت اور استعداد کے فرد طالوت کو اللہ کے حکم سے بادشاہ مقرر کیا۔ وہی طالوت تھا، جو جالوت کے مقابلے میں آیا اور جالوت کا مقابلہ کیا۔ اسی طالوت کے لشکر میں سیاسی عزم و استحکام رکھنے والی طاقت ور شخصیت حضرت داؤد علیہ السلام کی تھی۔ دانیال نبیؑ کے پاس ذاتی طور پر سیاسی طاقت نہیں تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام جالوت کو قتل کرتے ہیں اور اس ریاستی اور سیاسی طاقت سے بنی اسرائیل کو دنیا کی ذلت سے نجات دلاتے ہیں۔ جس سے وہ جالوت کی غلامی سے نکلے، انھیں آزادی نصیب ہوئی اور اُن کے تبرکات؛ تابوت وغیرہ آزاد ہوئے"۔

خلافتِ باطنہ میں تین اُصولوں پر جماعت کی تیاری

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

"حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام وہ اولوالعزم انبیا ہیں جنھوں نے سیاسی طاقت پیدا کر کے غلبہ حاصل کیا۔ بالکل اسی طریقے سے اس دور کے امام اور نبی الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا کردار ہے۔ آپؐ نے بھی عرب قوم میں سیاسی طاقت پیدا کی۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ "فیوض الحرمین" میں فرماتے ہیں کہ اصولی بات سمجھ لینی چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ حکومت اور خلافت قائم کرنے کے لیے تشریف لائے تھے۔ اس کے بغیر دنیا کے تمام نظاموں پر دین کا غلبہ ممکن نہیں تھا اور قیصر و کسریٰ، ابوجہل کا مقابلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعونی جبر و ظلم کے مقابلے پر سیاسی طاقت پیدا کی، ایسے ہی رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی حکومت قائم کی۔ پھر شاہ صاحبؒ نے اگلا یہ اُصول بھی واضح کیا کہ اس حکومت کی دو قسمیں ہوتی ہیں: ایک خلافتِ باطنہ اور دوسری خلافتِ ظاہرہ۔ خلافتِ باطنہ سے مراد باطنی حکومت اور دلوں پر حکمرانی ہے۔ یہ نبی اکرمؐ نے پہلے ہی دن قائم کر دی تھی، جس دن پہلی وحی آئی تھی۔ مکہ کے تیرہ سالہ دور میں نبی اکرم ﷺ نے انسانیت کو عدل پر قائم کرنے کے لیے جو پارٹی بنائی، مکی آیات میں اس کی تین چیزوں پر تربیت کی:

1۔ علم التوحید، توحیدِ عبادت کہ عبادت صرف اور صرف اور صرف ایک اللہ کی ہوگی۔ کسی اَور غیر کی عبادت نہیں ہوگی۔ کسی ابوجہل، کسی کسریٰ، کسی قیصر، کسی پتھر، کسی بت، کسی لات، کسی منات، کسی عزیٰ، کسی قبر، کسی عمارت، کسی کی عبادت نہیں ہوگی۔ غلامی صرف اور صرف ایک ذات کی ہوگی۔ باقی تمام چیزوں سے وہ آزاد ہو جائیں گے۔

2۔ تاریخ سے سبق: خاص طور پر انبیا علیہم السلام کی تاریخ۔ تمام مکی سورتوں میں گزشتہ اُمتوں اور انبیاؑ کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کی اُمتوں اور بنی اسرائیل کے قصے سامنے رکھو اور دیکھو کہ نبی اکرمؐ نے اپنے دور کے فرعون کو سمجھانے کے لیے، مصر کے فرعون کا تجزیہ کروایا۔ اپنی جدوجہد کو سمجھانے کے لیے، حضرت موسیٰ کی جدوجہد کو سامنے رکھا۔ کیوں کہ انسان ’تاریخی واقعات سے سیکھتا ہے۔

3۔ آخرت: مکی سورتوں میں قیامت اور قبر کا نقشہ، اس کے بعد کی سزاؤں کی حقیقت بتا کر ان کو ڈرایا گیا اور سمجھایا گیا کہ آخرت میں تمھارے اعمال کے نتائج کیا نکلیں گے۔

یہ قرآن کی تعلیم ہے، سنتِ نبویؐ اس کا طریقہ کار ہے۔ آپؐ نے صحابہؓ کے دلوں کا تزکیہ کیا، شریعت کے جو اس دور کے شرعی تقاضے تھے، توحید اور اس سے متعلق جو اُمور تھے، وہ نبی اکرم ﷺ نے مکہ کے اس دور میں مکمل کیے۔ پھر سب سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ گرد و نواح کے جتنے اعلیٰ دماغ، سمجھ دار اور بہادر لوگ ہیں، اُن کو اپنی طرف کھینچا، ان کو اپنے ساتھ جوڑا، تاکہ سیاسی طاقت پیدا ہو"۔

www.rahimia.org

مکی زندگی میں خلافتِ باطنہ کی ہیئت
اور سیاسی طاقت کا اظہار

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''نبی اکرم ﷺ تیرہ سالہ مکی زندگی میں بہ تدریج آہستہ آہستہ پارٹی کی سیاسی طاقت اور قوت پیدا کی اور شاہ صاحبؒ کے الفاظ میں ''کَرَئِیْسِ مَدِیْنَةٍ مِنَ الْمُدُن''، گویا مکہ کے حکمران بن گئے۔ اب لوگ ابوجہل کی بات اتنی نہیں مان رہے، جتنی رسول اللہؐ کی ماننے لگ گئے، حتیٰ کہ ابوجہل کو بھی آپؐ کی بات ماننی پڑتی تھی۔ معروف قصہ ہے کہ بیت اللہ الحرام میں لٹ جانے والا تاجر آتا ہے، جس کا مال ابوجہل لوٹ لیتا ہے، اس کے پیسے نہیں دیتا، وہ حرم میں آکر شور مچاتا ہے۔ کوئی اس کی بات نہیں سنتا تو لوگ اسے رسول اللہؐ کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ یہ تجھے پیسے دلوائیں گے۔ اب اُسے کیا پتہ کہ کون کیا ہے؟ وہ باہر کا مسافر تاجر تھا۔ وہ حضورؐ کے پاس چلا گیا کہ ابوجہل نے مجھ سے مال لیا ہے، لیکن پیسے نہیں دے رہا اور یہ جو ابوجہل کے پاس بیٹھے ہوئے لوگ ہیں، یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ دلوا سکتے ہیں۔ حقیقت بھی یہی تھی۔ آپؐ نے پوچھا کہ: کیا واقعی انھوں نے یہ کہا ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں! کہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ چلو میں تمھارے ساتھ چلتا ہوں۔ آپؐ نے جا کر ابوجہل کا دروازہ کھٹکھٹایا، اُس پر اتنا رُعب پڑا کہ فوراً پیسے دے دیے۔ اُس کے بعد گویا کہ رئیسِ مکہ کی حیثیت سے رسول اللہؐ جب بھی کسی بازار میں چلے جاتے اور ابوجہل کا ٹاکرا ہوتا تو وہ جان بچا کر دوسری طرف نکلتا کہ کہیں یہ کسی مظلوم کا ہاتھ پکڑ کر میرے پیچھے نہ پڑ جائیں۔ میرے سے کسی انسان کے حق کا مطالبہ نہ کریں۔ تو مکہ کا اصل سربراہ کون ہوا؟ ذرا ان واقعات کو جوڑ کر فیصلہ کرو۔

نہیں معلوم کہ ہمارے مذہبی رہنما آج کس دنیا میں رہتے ہیں؟ سیرت کے نام پر مکہ کی ایسی تصویر کھینچتے ہیں کہ جیسے اُس دور میں آپؐ اور صحابہ کرامؓ کی کوئی سیاسی طاقت ہی نہیں تھی، ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بہت سے ایسے واقعات ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مکہ میں ہی آپؐ نے سیاسی طاقت پیدا کر کے خلافتِ باطنہ قائم کر لی تھی۔ حضور ﷺ مظلوم کی مدد کرتے ہیں۔ حلف الفضول کی بنیاد پر ہر مظلوم کی مدد کرنا آپ نے اپنا فرض بنا رکھا ہے۔ ابوجہل چھپتا پھر رہا ہے۔ یہ سیاسی طاقت نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ مشرکینِ مکہ اس سے بڑی اور کیا نشانی دیکھنا چاہتے ہیں کہ آسمان سے کتاب اُترے، پہاڑ ٹوٹ کر یہاں زراعت کاشت ہو جائے، وہ یہی کہہ رہے تھے۔ یہ انہونیاں مانگ رہے تھے۔

قرآن کہتا ہے کہ انسانی زندگی کے سماجی اور سیاسی حالات کو دیکھو کہ تمھاری سیاسی طاقت ختم ہو رہی ہے اور رسول اللہؐ کی طاقت بڑھ رہی ہے۔ (سورۃ الرعد) اللہ تعالیٰ جو حکم جاری کرتا ہے، وہ جاری ہوتا ہے۔ اس کے حکم کو کوئی روک نہیں سکتا۔ کوئی پس پشت نہیں ڈال سکتا۔ اب مکہ میں اللہ اور اُس کے پیغمبر کا حکم چلے گا۔ یہ ہے جماعتی قوت، سیاسی طاقت اور ریاست۔ ان کے افراد تو نکل نکل کر رسول اللہؐ کی جماعت میں شامل ہو رہے ہیں۔ اس خلافت اور ریاست کا حصہ بنتے جا رہے ہیں۔ یہی تو ہے ''خلافتِ باطنہ''۔

شریعت، طریقت، سیاست
اور مکی زندگی کے اُصول پر جدوجہد کی اہمیت

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی مکی دور میں سیاسی حکمرانی بھی تھی، قرآن کا علمِ حَبریت بھی تھا اور زہد و تقویٰ بھی تھا۔ گویا کہ سیاست، شریعت اور طریقت تینوں چیزوں کی تربیت کر کے جماعت تیار کرنے کا نام خلافت ہے۔ اور قیامت تک آپؐ کا خلیفہ خاص وہ ہے، جو ان تینوں شعبوں میں نبی کا نائب ہو۔ ایک تو وہ خلیفہ ہے، جس نے مشکوٰۃ نبوت سے براہِ راست ان تینوں دائروں میں تربیت حاصل کی، جیسا کہ چاروں خلفائے راشدینؓ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دیا اور ولایت کا دروازہ کھول دیا ہے۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ولایات میں سب سے اونچی ولایت خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کی ہے۔ پھر جیسے جیسے اُن کے تبعین قیامت تک پیدا ہوتے جائیں گے تو وہ وہی ہوں گے، جن میں یہ تین باتیں ہوں گی: باطنی اور ظاہری سیاسی حکمرانی، شریعت کے علوم کا تبحر اور طریقت و تزکیہ کا ذوق۔ مکی سورتوں میں یہ بات واضح ہوئی اور اس کی بنیاد جماعت سازی کر کے ایک ریاست چلانے، بنانے کا ایک انداز اور اُسلوب نبی اکرم ﷺ نے متعارف کروایا۔

اس لیے انگریز کی غلامی کے زمانے میں ہمارے بزرگ خاص طور پر مکی دور کو پیشِ نظر رکھتے تھے۔ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے ہیں کہ ''اب مکی دور کے پروگرام کو اہمیت سے بیان کرنے کی ضرورت ہے''۔ یعنی: جماعت سازی کیسے کی جائے گی؟ باطنی خلافت کیسے قائم کی جائے گی؟ دلوں پر حکمرانی کیسے کی جائے گی؟

یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ اس سنت کے مطابق نبوی اُصولوں پر جماعت اپنی باطنی تربیت کے ذریعے حکومت قائم کرنے کے لیے جدوجہد اور کوشش کرے۔ اس کا کام یہ ہے کہ قرآن پاک کو شریعت، طریقت اور سیاست کے اُسلوب پر صحیح سلیقے سے پڑھنا پڑھانا، سمجھنا سمجھانا۔ احادیثِ نبویہؐ، فقہ کا علم حاصل کرنا۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ عبادات کا اہتمام کرنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے افراد اور داعی تیار کرنا۔ ان میں اپنے دور کے پیراڈائم میں دعوت و ابلاغ کی صلاحیت پیدا کرنا وغیرہ۔ شاہ صاحبؒ نے خلفائے باطنین کے یہ اُمور بیان کیے۔

مولانا سندھیؒ نے جب دیوبند میں ''جمعیت الانصار'' بنائی تھی، اُس کے پہلے خطاب میں ان اُمور پر مشتمل شاہ صاحبؒ کی عبارت شامل کی اور اس کی تشریح بیان کی۔ دارالعلوم دیوبند بھی انھی اُمور کے لیے بنا تھا۔ نظارۃ المعارف القرآنیہ کا قیام بھی انھی کی بنیاد پر عمل میں آیا تھا۔ یہ وہ بنیادی بات ہے جو امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے قرآن حکیم کی تعلیم سے بیان کی۔ یہ فکرِ ولی اللّٰہی ہے، جسے دیوبند نے اپنے پیشِ نظر رکھا اور اس کے مطابق حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود حسن، شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، مفتیٔ اعظم مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور حضرات مشائخ رائے پور نے اجتماعیت قائم کی۔ اللہ تعالیٰ اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)''۔

www.rahimia.org

عظمت کے مینار

وسیم اعجاز، کراچی

حضرت مولانا عبدالواحد سندھیؒ

وادیٔ سندھ کی دھرتی اس لحاظ سے بہت زرخیز رہی ہے کہ یہاں نہ صرف حریتِ فکر وعمل کے متوالوں نے وطنِ عزیز کی آزادی کی تحریکات میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا، بلکہ تعلیمی، ادبی اور صحافتی میدان میں بھی اپنی قابلیت کا لوہا منوایا۔ انھیں قابل اور ذہین بزرگوں میں ایک نام امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے ایک نامور شاگرد حضرت مولانا عبدالواحد سندھیؒ کا ہے۔

مولانا عبدالواحد سندھیؒ 1905ء میں سندھ کے شہر ''نوعاقل'' کے ایک گاؤں ''بھلے ڈنو'' میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے والد گرامی کا نام عبدالوارث ڈنے تھا۔ 9 سال کی عمر میں ہی آپؒ کے والد کا وصال ہوگیا، جس کے بعد ان کے ایک عزیز حاجی عماداللہ نے ان کی تعلیم و تربیت پر بہ طورِ خاص توجہ دی۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم ''گھوٹکی'' کے ایک مشہور ومعروف دینی تعلیمی مرکز ''مدرسہ قاسم العلوم'' میں حاصل کی۔

1923ء میں اپنے گاؤں میں قیام کے دوران انھیں ایک رسالہ ملا، جس میں جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڑھ کے قیام اور اس کے اَغراض و مقاصد کے بارے میں تحریر تھا۔ یہ مضمون پڑھ کر وہاں جانے اور داخلے کا شوق پیدا ہوا۔ اس طرح ہندوستان کی قومی تعلیمی تحریک کے نام سے مشہور جامعہ ملیہ اسلامیہ میں داخل ہوئے۔ یہاں ان کے اساتذہ کی فہرست میں مولانا محمد علی جوہرؒ، خواجہ عبدالحیٔ فاروقیؒ، ڈاکٹر محمد علی بجنوریؒ، پروفیسر محمد مجیب اور ڈاکٹر ذاکر حسینؒ شامل تھے۔ آپؒ جتنا عرصہ بھی دہلی میں قیام پذیر رہے، قومی وملّی فکر کی تشکیل اور اس کی ترویج میں بھرپور کردار ادا کرتے رہے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین کی ایما پر مضامین لکھنے کا سلسلہ شروع کیا۔ جب حضرت سندھیؒ ہندوستان واپس تشریف لائے اور جامعہ میں ان کی ملاقات مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے بھی ہوئی تو ان کے حلقۂ درس میں شامل ہوگئے۔ امامِ انقلابؒ ان کے لکھے گئے مضامین کی تعریف فرماتے تھے۔ جامعہ کے رسالے میں آپؒ کے مضامین 'مولانا عبدالواحد جامعی' کے نام سے چھپتے تھے، لیکن حضرت سندھیؒ سے چوں کہ بہت متاثر تھے، اس لیے انھوں نے اپنے نام کے ساتھ بھی سندھی لکھنا شروع کیا۔ اس کے بعد جو بھی مضامین لکھے، ان میں اپنا نام 'عبدالواحد سندھی' ہی لکھتے تھے۔

مولانا عبدالواحد سندھیؒ کا شمار ڈاکٹر ذاکر حسینؒ کے لائق شاگردوں میں ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے ڈاکٹر صاحبؒ کے حسبِ ارشاد 1930ء میں ''موگا ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، فیروز پور'' میں داخلہ لیا اور یوں درس وتدریس کی تربیت حاصل کرکے 1933ء میں دہلی واپس تشریف لائے۔ ڈاکٹر ذاکر حسینؒ نے انھیں جامعہ میں استاد مقرر کردیا اور آپؒ نے تقریباً 15 سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔

ملازمت کے دوران ہی سندھ کے قومی رہنما سر عبداللہ ہارون سے رابطہ کیا اور جامعہ کی توسیع، ترویج اور ترقی کی طرف ان کی توجہ دلائی۔ انھی رابطوں کا نتیجہ تھا کہ سر عبداللہ ہارون نے جامعہ کے لیے مالی امداد کا بندوبست کیا اور طلبا و اساتذہ کے لیے وظائف بھی جاری کروائے۔ سر عبداللہ ہارون ہی کے حسبِ ارشاد کچھ عرصہ سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی میں بھی آپؒ تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی قومی جدوجہد اور ان کے قرآنی تفسیری اُسلوب سے مولانا موصوفؒ اس قدر متاثر تھے کہ نہ صرف یہ کہ وہ اسلوب ان سے سیکھا، بلکہ اسی کی بنیاد پر بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے مؤثر پیرایۂ بیان بھی اختیار کیا۔ آپؒ کی تحریروں کا یہ طریقہ اس قدر مقبول ہوا کہ ہر خاص وعام کے ہاں پسند کیا جانے لگا۔

قیامِ پاکستان کے بعد مولانا موصوفؒ نے دہلی کو خیرباد کہا اور کچھ عرصہ لاہور میں قیام کے بعد بہاول پور آئے اور 3 سال تک یہاں قیام کیا۔ اس دوران بھی تدریسی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ بعدازاں حیدرآباد (سندھ) اور پھر کراچی میں مستقل سکونت اختیار کی۔ کراچی میں سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ میں ملازم ہوئے۔ یہ ملازمت زیادہ عرصہ نہ چل سکی۔ 15/ نومبر 1948ء سے وزارتِ آبادی کے زیرِ اہتمام خبروں کا ترجمہ اُردو اور سندھی زبان میں جب شائع ہونے لگا تو مولانا موصوفؒ کو اس پروجیکٹ کا اسسٹنٹ ایڈیٹر نامزد کیا گیا۔ آپؒ ہی کی مسلسل کاوشوں سے اس کا سب سے پہلا شمارہ فروری 1950ء میں منظرِ عام پر آیا، جو کہ بعد میں تسلسل کے ساتھ شائع ہوتا رہا۔ وادیٔ سندھ کے ایک معروف رسالے ''نئی زندگی'' کا اجرا ہوا تو اس کے پہلے چیف ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ 20 سال تک اس رسالے کے مدیر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ رسالے سے ریٹائرمنٹ کے بعد ڈاکٹر محمود حسین نے انھیں جامعہ ملیہ ملیر کراچی کے شعبۂ تصنیفات کا نگران مقرر کیا۔ اسی دوران آپؒ نے سندھ کے ایک معروف ادارے سندھی ادبی بورڈ جام شورو، حیدرآباد میں بھی خدمات سرانجام دیں۔ جامعہ تعلیمِ ملّی کراچی سے بچوں کا رسالہ ''ستارہ'' بھی تسلسل کے ساتھ 1967ء تا 1970ء مولانا موصوفؒ کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔

مولانا موصوفؒ نے سندھی اور اُردو ادب وثقافت کی ترویج اور اشاعت میں انتہائی اخلاص اور ایثار کے ساتھ عدیم المثال کارنامے سرانجام دیے، جنھیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ تقریباً 50 کتابیں تحریر کیں، جن میں بیش تر کتابیں جامعہ ملیہ اور دیگر درسگاہوں کے نصاب میں شامل رہیں۔ ان کی تالیفات میں ''اسلام کیسے شروع ہوا؟''، ''قرآن پاک کیا ہے؟''، ''رسولِ پاکؐ کون ہیں؟''، ''اسلام کے مشہور سپہ سالار''، ''اسلام کیسے پھیلا؟'' وغیرہ شامل ہیں۔ بچوں کے ادب میں آپؒ کا نام اور خدمات بے مثال ہیں اور آج بھی اسی طرح تروتازگی کی حامل ہیں۔

مولانا عبدالواحد سندھیؒ ایک اچھے استاد، بڑے انسان، قومی کارکن اور منفرد ادیب تھے۔ 3/ جنوری 1988ء کو کراچی میں انتقال فرماگئے اور کراچی ہی میں تدفین ہوئی۔

www.rahimia.org

[بقیہ: شذرات] ہماری مجموعی سیاست میں مذکورہ بالا طبقوں کے کردار کے باعث اس طرح کے مسائل، پاکستان کی سیاست کی گاڑی چلانے میں اہم کردار ادا کرتے رہے ہیں، اور ہر ایک گروپ نے اپنے سیاسی مقاصد کے لیے ان کا فائدہ اٹھایا ہے۔

کسی اَور موقع پر سول اور فوجی حکومتوں اور سیاست دانوں کے کردار پر بھی تفصیل سے بات کرنے کی کوشش کی جائے گی، تاہم مذہبی جماعتوں نے مذہبی حساسیت کو سیاسی طاقت میں بدلنے کی دانستہ کوشش کی، جس میں عوامی جذبات کو ابھار کر مذہبی شناخت کے تحفظ کا بیانیہ تشکیل دیا گیا۔ اس عمل نے فرقہ واریت کو فروغ دیا، سماجی ہم آہنگی کو نقصان پہنچایا، اور عوام کی توجہ اصل مسائل سے ہٹادی گئی۔

بقیہ: افکارِ امام ولی اللہ دہلویؒ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیضان ہونے والی نعمتوں کو تفصیلی طور پر جان لیتا ہے اور اُن کے فیضان کا مشاہدہ کر لیتا ہے اور اُس کی حمد و ثنا اور شکر ادا کرتا ہے تو یہ عالمِ مثال میں ایسی فعال قوتوں کو وجود میں لانے کا باعث بنتا ہے، جو عالم مثال کی قوتوں کو متاثر کرتی ہیں اور اس کے نتیجے میں اُس عالم آخرت میں خیر کے واقعات اور جنت کی نعمتیں وجود میں آتی ہیں۔ نعمتوں کی معرفت اور اُن کے نزول کا مشاہدہ دعا کی تاثیر اور اللہ کے دروازے کے کھٹکھٹانے سے کسی طرح کم نہیں ہوتی۔) (حاشیہ)

''شکر'' اُس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک انسان اپنی گزری ہوئی عمر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے گئے عجیب و غریب انعامات پر متنبہ نہ ہو، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ جب وہ اُس حج کے بعد مکہ سے واپس لوٹ رہے تھے، جس کے بعد انھوں نے کوئی حج نہیں کیا تو انھوں نے فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ہے اور اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔ وہ عطا کرتا ہے جس کو چاہے جو چاہے۔ مَیں اس ''وادیٔ ضجنان'' میں اپنے والد خطاب کے اونٹ چراتا تھا اور وہ بڑے سخت مزاج آدمی تھے۔ مَیں جب کام کرتا تھا تو مجھے تھکا دیتے تھے اور جب مَیں کوتاہی کرتا تھا تو میری پٹائی کرتے تھے۔ اور آج میری صبح شام ایسے گزر رہی ہے کہ میرے اور اللہ کے درمیان کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس سے مَیں ڈرتا ہوں''۔ (الاستیعاب علیٰ ھامش الإصابة، ترجمہ عمر، ج: 2، ص: 472) (ابواب الاحسان، باب: 4، المقامات والاحوال)

بقیہ: ملکی معیشت پھر دنیا بھر میں مساوی محصولات کا نظام متعارف کروانے کا ماحول بن جائے، تاکہ امریکا کے مطابق منصفانہ تجارت کو فروغ دیا جا سکے۔ اور سب سے اہم نیا عالمی اقتصادی معاہدہ۔ جو امریکی ڈالر کو مرکز بنائے اور وہاں صنعتی احیا کی راہ ہموار کرے ۔وضع کر لیا جائے اور زیادہ سے زیادہ ممالک کو اس معاہدے میں پرو لیا جائے۔

متوقع چیلنجز: میں سب سے اہم' عالمی اعتماد میں کمی ہے۔ امریکا پہلے ہی بینکنگ نظام پر کنٹرول کی وجہ سے دنیا کے ناک میں دم کر چکا ہے اور اقتصادی پابندیوں کے نام پر ہر جگہ دندناتا پھرتا ہے۔ محصولات میں یک طرفہ اضافے کے اعلان کے بعد اس اعتماد میں مزید کمی آچکی ہے۔ یہ کہنا کہ 'امریکا کے ساتھ زیادتی ہوئی اور تمام دنیا میں محصولات امریکہ کی نسبت زیادہ لیے جاتے رہے ہیں' دراصل تصویر کا صرف ایک رُخ دکھاتا ہے، جب کہ دنیا کے وسائل پر قبضہ، کرنسی کا نظام، عالمی دفاع کا نظام، جنگیں' سب امریکی حکمتِ عملی کا شاخسانہ رہیں اور اس پر کوئی قوم مقابلہ کرتی تو اُسے پتھر کے دور میں پہنچانا امریکا کا ہی طریقہ رہا ہے۔ جاپان، کوریا، ویت نام، افغانستان، لیبیا، عراق، شام اور فلسطین اس کی بہترین مثالیں ہیں۔ اس کے علاوہ امریکی معیشت کو بہ تدریج تنہائی کا خطرہ بھی ہے، کیوں کہ برکس (BRICS) کی صورت میں اُبھرتا ہوا اقتصادی اتحاد اس نئی صورتِ حال سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ امریکا میں مقامی سطح پر افراطِ زر بڑھے گا اور مقامی صنعت کار' محصولات کے مطابق اپنی اشیائے مصنوعہ کی قیمتوں میں اضافہ کریں گے۔ اس صورت میں شرح سود میں اضافہ کا امکان ہے، لیکن اس شرح کو اس انداز سے تحریک دی جائے گی کہ ڈالر اپنی قدر رکھوتا جائے، تاکہ درآمدات میں گرانی کے اثرات کم رہیں اور امریکی برآمدات باقی دنیا کے لیے متاثر کن بنتی جائیں۔ لیکن اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اب امریکا کو چین، بھارت اور اس جیسی کئی مؤثر معاشی اکائیوں سے نبرد آزما ہونا پڑے گا، جو ایک مشکل کام ہوگا۔ اور جیسے کہ ہم جانتے ہیں کہ ایسے میں امریکا بہادر لڑائی کا ہی سہارا لیتا ہے۔ اگر ٹرمپ جنگ کو پسند نہیں کرتا تو کوئی بات نہیں، امریکی نظام تو ایسا کرتا ہے۔

بقیہ: عالمی منظرنامہ ٹرمپ کے دعوے اور حقیقت: ٹرمپ کا کہنا ہے کہ ٹیرف سے حاصل ہونے والی رقم قرضوں کی ادائیگی اور ٹیکس کم کرنے میں استعمال ہوگی۔ ان کے خیال میں یہ اقدامات مسابقتی ماحول پیدا کر کے قیمتیں کم کریں گے۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ صنعتی پیداوار اور نئے کارخانے قائم کرنے کے لیے طویل عرصہ اور کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے۔ امریکا میں اشیا کی کمی اور مہنگائی نے عوامی اضطراب میں اضافہ کر دیا ہے۔

عالمی معیشت پر اثرات: جب دو بڑی معاشی طاقتیں (امریکا اور چین) آپس میں تجارتی جنگ میں اُلجھتی ہیں تو اس کا اثر پوری دنیا پر پڑتا ہے۔ اس سے دنیا نئے عالمی اقتصادی نظام (مثلاً ڈی ڈالرائزیشن) اور تجارت کے جدید تصور کی طرف پیش رفت کرتی دکھائی دیتی ہے۔

نتیجہ: سٹاک مارکیٹ کی تاریخ بتاتی ہے کہ غیر مستحکم پالیسیاں معیشت کو تباہ کر سکتی ہیں۔ ٹرمپ کی تجارتی جنگ نے نہ صرف امریکا، بلکہ پوری دنیا کی معیشت کو عدمِ توازن میں مبتلا کر دیا ہے۔ چین کے منظم ردِعمل اور عالمی معاشی نظام پر اس کے بڑھتے اثرات نے ثابت کیا ہے کہ جدید دنیا میں یک طرفہ فیصلے کامیاب نہیں ہوسکتے۔ یہ جنگ ابھی جاری ہے اور اس کے اثرات آنے والی دہائیوں تک محسوس کیے جائیں گے۔

نوٹ: ماہنامہ رحیمیہ شمارہ ماہ اپریل 2025ء کے مضمون 'عالمی منظر نامہ' (صفحہ: 7) کے دوسرے پیراگراف کی آخر سے دوسری سطر کو اس طرح پڑھیں: ''اسرائیل آج میدانِ جنگ میں علاقائی طاقتوں سے شکست کھانے کے مراحل میں ہے''۔

www.rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

رفتارِ کار — رپورٹ: انیس احمد سجاد ایڈووکیٹ، لاہور

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کی سرگرمیاں

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ لاہور میں گزشتہ دنوں درجِ ذیل سرگرمیاں رہیں:

1۔ اجتماعِ رمضان المبارک: سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے معمول کے مطابق اس سال بھی ادارہ رحیمیہ لاہور میں قیام و اجتماعِ رمضان المبارک ۱۴۴۶ھ (یکم تا 30/ مارچ 2025ء) منعقد ہوا۔ پورے ماہ حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہ العالی (مسند نشین خامس سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور) ادارے میں قیام فرما رہے۔ آپ کی زیرِ نگرانی روزانہ کی بنیاد پر درجِ ذیل معمولات جاری رہے: سحر وافطار، بعد از نمازِ فجر درسِ حدیث، مختلف دینی موضوعات پر لیکچرز، فقہی مسائل پر سوال و جواب سیشن، بعد از ظہر امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی کتاب "إزالةُ الخفَاء عن خِلافةِ الخُلَفاء" پر "خطباتِ خلافت" کے عنوان سے حضرت رائے پوری مدظلہ کے خطبات، عصر کے بعد مجلسِ ذکر و مطالعہ ملفوظات حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، نمازِ عشا اور نمازِ تراویح کے بعد پڑھے گئے پارے پر حضرت مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہ کے "پیغامِ قرآن حکیم" کے عنوان سے تفسیری دروس پر مشتمل خلاصہ۔ ادارہ کے ریجنل کیمپسز راولپنڈی، ملتان، کراچی وغیرہ میں بھی مذکورہ معمولات جاری رہے۔

2۔ تقریبِ رونمائی کتاب "مقام محمود" مع شرح "إسنَادٌ مَشهُودٌ فِي شَرحِ مَقَام مَحمُود": ۲۸/رمضان المبارک/30/ مارچ کو ادارہ رحیمیہ لاہور میں بعد از نمازِ ظہر امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی کتاب "التّمهيد لتعريف أئمّة التّجديد" کے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی چالیس دینی اَسناد پر مشتمل مقالہ "مَقَامُ مَحمُود" کی تقریبِ رونمائی منعقد ہوئی، جس میں حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن مدظلہ اور شارح کتاب حضرت آزاد رائے پوری مدظلہ نے خطابات ارشاد فرمائے۔

3۔ بک فیئر رحیمیہ مطبوعات لاہور: اسی روز نمازِ ظہر سے رات 12 بجے تک ادارہ کے شعبہ "رحیمیہ مطبوعات لاہور" کی کتب کا بک فیئر بھی منعقد ہوا، جس میں ادارہ کی جانب سے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور دیگر اکابرین کی شائع کی جانے والی تمام کتابوں کی نمائش کی گئی۔

4۔ اجتماعی دعا و تقریبِ تکمیل قرآن حکیم: اسی روز (۲۹/ویں شب) کو رمضان المبارک کے اجتماع کی تکمیل پر حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ نے پُرسوز اجتماعی دعا کروائی۔ نیز ادارہ میں تہجد، اوّبین اور تراویح میں میں پڑھے گئے تین عدد قرآن حکیم کی تکمیل کی تقریب منعقد ہوئی، جس میں حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ نے اہم خطاب ارشاد فرمایا۔ جب کہ ادارہ کے ریجنل کیمپسز میں تقریبات تکمیل قرآن حکیم ۲۳/رمضان المبارک / 24/ مارچ کو منعقد ہو چکی تھیں، جس میں حضرت رائے پوری مدظلہ نے بروقت تمام ریجنل کیمپسز میں بذریعہ ویڈیو لنک خطاب فرمایا۔ (بقیہ دوسرے کالم پر)

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از حضرت مفتی عبدالقدیر شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال ایک لڑکی نے تقریباً 10 تولہ سونا لے کر اس غرض سے رکھا ہوا ہے کہ جب شادی ہوگی تو اسے فروخت کر کے جہیز، زیورات و دیگر اخراجات کا بندوبست کروں گی (پچھلے ڈیڑھ سال سے اس کی کوئی جاب نہیں ہے)۔ اس کے علاوہ اس نے تقریباً 17 لاکھ روپے کسی کے ساتھ کاروبار میں انویسٹ کیے ہوئے ہیں، اس کی ماہانہ منافع کی رقم سے وہ بہن بھائیوں کی تعلیم اور دیگر گھریلو اخراجات ادا کرتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان دونوں (انویسٹ والی رقم اور سونا) پر زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی یا ان میں سے کسی ایک پر؟ عمر فاروق، جھنگ

جواب دونوں انویسٹ یعنی سونا اور رقم کی کل مالیت کے اعتبار سے زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔

سوال مجھے پیشاب کے قطروں اور بواسیر کا مرض لاحق ہے، جس کی وجہ سے قطرے اور خون مسلسل چلتا رہتا ہے۔ میرا عمرہ کرنے کا ارادہ ہے۔ کیا حالتِ احرام میں احرام کے نیچے انڈر ویئر یا نیکر وغیرہ پہن سکتا ہوں؟ محمد اسماعیل، لیہ

جواب: حالتِ احرام میں پاجامہ، نیکر اور انڈر ویئر یا کسی بھی قسم کا سِلا ہوا کپڑا پہننا منع ہے۔ بغیر سِلا ہوا لنگوٹ حالتِ مرض میں پہن سکتے ہیں۔ اگر ایک دن اور رات بیماری کی وجہ سے سِلا ہوا کپڑا پہن لیا تو صدقہ واجب ہوگا۔ اور اگر ایک دن اور رات سے زائد وقت گزر جائے تو دَم واجب ہوگا۔ (دیکھئے! معلم الحجاج ص: 117 تا 115)

سوال آج کل حج یا عمرہ میں مطاف کے اندر زائرین کو حالتِ احرام میں ہی جانے کی اجازت ہوتی ہے۔ بعد میں (بغیر احرام کے) اصلی مطاف میں جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ کیا مطاف میں جانے کے لیے بغیر نیت کے احرام باندھ کر مطاف میں طواف کیا جا سکتا ہے؟ حماد امین، لاہور

جواب رش اور اژدہام کو روکنے کے لیے یہ شرط لگائی گئی ہے۔ لہٰذا اس کی پابندی لازم ہے، ورنہ دھوکہ دہی کے زمرے میں شمار ہوگا۔

بقیہ: ادارہ رحیمیہ کی سرگرمیاں

5۔ عید ملن پروگرام: ۱۴/شوال المکرّم/13 اپریل کو ادارہ رحیمیہ میں عید ملن پروگرام منعقد ہوا، جس میں جناب ڈاکٹر شاہ زیب خاں نے "خدمتِ خلق و سماج سیوا میں متحرک کردار کی ضرورت و اہمیت اور اس کے تقاضے" پر اہم لیکچر دیا۔

6۔ اسی روز ادارہ میں ہونے والی دورۂ حدیث شریف کی کلاس کا آغاز "افتتاح بخاری شریف" سے ہوا، جس میں حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ نے بخاری شریف کی پہلی حدیث پر درس ارشاد فرمایا۔ ان تمام سرگرمیوں میں ملک بھر سے سینکڑوں علما، طلبا، وکلا، ڈاکٹرز اور دانشوروں نے شرکت کی۔ یہ تمام لیکچرز اور دروس ادارہ کے آفیشل یوٹیوب چینل اور فیس بک پیج پر شائع کیے جا چکے ہیں، ان سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "رحیمیہ" رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔